اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملك:2)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

نصیحت ہر حال میں فائدہ مند ہے:۔

وَذَكِّرْ (الذريت:55) ’’آپ نصیحت فرمائیے۔‘‘

فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذريت:55) ’’بے شک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔‘‘

یہ قرآن خدائی قانون ہے، کائنات کی صداقتوں میں سے ایک صداقت ہے، دنیا اور آخرت کی حقیقتوں میں سے ایک حقیقت ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی اس آیت کی رو سے، جب بھی نصیحت کی جائے گی وہ ایمان والوں کو نفع دے گی۔ کوئی آدمی ایمان پر کتنی بھی محنت کر چکا ہو، ایمان کی بلندیوں کو اس نے چھو لیا ہو، تب بھی نصیحت اس کو فائدہ دیتی ہے۔

’’آپ نصیحت فرمایے، نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔‘‘

نصیحت کے فائدہ مند ہونے کی شرائط:

البتہ فائدہ ہر آدمی کو مختلف ہوتا ہے، مگر اس فائدہ اٹھانے کی کچھ شرائط ہیں۔ قرآن پاک میں ان کو بھی بیان فرما دیا گیا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى (قٓ:37) ’’اس (قرآن) میں نصیحت ہے ان کے لیے۔‘‘

لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (قٓ:37) ’’جن کے اندر دل ہو‘‘

جن کے سینے میں دل ہو، سل نہ ہو۔ کبھی کبھی سینے میں سل بھی ہوتی ہے۔

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ (ق:37)

''اور وہ ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھیں۔''

وَهُوَ شَهِيْدٌ (ق:37)

''اور حاضر باش ہو کر بیٹھیں۔''

یہ تین شرائط ہیں نصیحت کے فائدہ مند ہونے کے لیے:

☆ دل میں طلب ہو

☆ کان متوجہ ہوں

☆ اور انسان حاضر باش ہو

دل کی طلب والی بات تو پوری ہوگئی کہ آپ باوجود دنیا کی مصروفیات کے اپنے گھروں سے یہاں تشریف لائے۔ یہ بات دل کی طلب کی علامت ہے۔ اگر طلب نہ ہوتی تو جیسے اور بہت سارے احباب اپنے گھروں میں گھرے رہے، آپ بھی وہاں پھنسے ہوتے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو طلب والی نعمت نصیب فرمادی۔ لہٰذا اللہ رب العزت کا ارادہ خیر کا ہے۔ جب وہ بندے کو کچھ عطا کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے راستے میں نکلنے کی توفیق فرمادیتا ہے۔

اب دوسری شرط اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ (ق:37) اور ہمہ تن گوش ہو''۔ توجہ سے بات کو سنے، اس شرط کو آپ نے اب یہاں پورا کرنا ہے۔ شیطان مختلف حیلے بہانے سے انسان کو ادھر ادھر مصروف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ بیان کے دوران مراقبے میں مزا آئے گا، جی چاہے گا کہ مراقبہ کرلیں اور مراقبہ کے بہانے شیطان نیند طاری کردے گا۔ کیوں؟ اس لیے کہ شیطان چاہتا ہے کہ اب یہ آ تو گئے مگر سن نہ

سکیں۔ پہلا قدم آپ نے اٹھا لیا ہے۔اب دوسرا قدم توجہ کے ساتھ سننا ہے۔

سننا بھی ایک کمیاب نعمت:

یہ "سننا" ایک نعمت ہے۔ ہر بندہ نہیں سنتا۔آپ نے دورانِ گفتگو یہ فقرہ کئی مرتبہ استعمال کیا ہوگا کہ "اس نے تو سنی ان سنی کر دی"۔یعنی اس نے بات کی طرف توجہ نہیں کی۔آج اکثر سننے والوں میں سننے والے بہت کم ہوتے ہیں۔قسمت والے ہی سنتے ہیں۔کان تو سب کے سنتے ہیں مگر دل کسی کسی کا سنتا ہے۔ان باتوں کو دل کے کانوں سے سننے کی ضرورت ہے۔اس طرح تو کفار کے کان بھی سنتے تھے مگر فائدہ نہیں ہوتا تھا۔

فیض ملنے کے ذرائع:

انسان کو فیض تین طرح سے ملتا ہے۔

☆ایک یہ کہ جو بات کہی گئی اس کو توجہ سے سنے،اس کا دل پر اثر ہوتا ہے۔اس سے بھی فیض ملتا ہے۔

☆دوسرا یہ کہ جب آنکھ دیکھتی ہے بیان کرنے والے کو،اس سے احساسات بندے میں منتقل ہوتے ہیں۔جس جذبے سے بات کہی گئی،شوق سے بات کہی گئی،درد سے بات کہی گئی۔کہنے والے کے چہرے کے تاثرات بھی انسان کو فیض پہنچاتے ہیں۔جس کی دلیل قرآن پاک میں بیان فرمائی:

کہ اللہ والوں کی پہچان کیا ہے؟

اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہ "جب تم دیکھو تو تمہیں اللہ یاد آئے۔"

تو معلوم یہ ہوا کہ بسا اوقات آنکھ دیکھتی ہے تو توجہ کدھر جاتی ہے؟ اللہ کی طرف جاتی ہے۔تو کچھ وہ باتیں جو آپ کانوں سے سنیں گے اور دل تک پہنچیں گی اور کچھ ایسے احساسات ہوں گے جو آپ آنکھ سے

دیکھیں گے اور آپ کے دل پر ان کے اثرات مرتب ہوں گے۔

☆ تیسرا طریقہ یہ کہ اس دل سے ایک محنت کی جاتی ہے جو دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

فارسی میں کہتے ہیں ''اب دل سوزد، بردل روزد''

دل سے جو بات نکلتی ہے تو وہ دل میں اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔

اس لیے آپ نے ان تین دنوں میں ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھنا ہے، جو بھی بیان کریں اُن کی طرف متوجہ رہنا ہے۔ اللہ کرے آپ کسی کو دیکھیں اور کوئی آپ کو دیکھنے والا بن جائے۔ کسی کی نظر میں رہیں۔ یہ بھی قسمت کے سودے ہوتے ہیں کہ انسان کسی اللہ والے کی نظر میں رہے۔ اہل اللہ کی نگاہ نصیب ہو جائے۔

جنتیوں کا ایک خاص وصف:

جنتیوں کا ایک خاص وصف بتایا گیا ہے۔

قرآن پاک میں فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ وَيَتَّبِعُوْنَ اَحسَنَة٥ ''وہ لوگ جو بات کو سنتے ہیں اور اس پر خوب عمل کرتے ہیں۔''

لہٰذا ہم نے سننا ہے عمل کرنے کی نیت سے

جہنمیوں کا وصف:

جہنمیوں سے جب پوچھیں گے:

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ○ کیا آپ کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟

تو وہ اس کا لمبا جواب دیں گے اور خلاصہ یہ نکالیں گے:

آیا تو تھا:

لَو كُنَّا نَسمَعُ○ اے کاش! ہم سنتے

اَو نَعقِل ○ یا ہم سمجھتے

مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِير○

''تو ہم جہنّم والوں میں سے نہ ہوتے۔''

یہ سننا اور سمجھنا اہلِ جنت کا وصف ہے، جہنمی اس دن اپنی اس محرومی کا شکوہ کریں گے۔ آج وقت ہے سننے کا اور سمجھنے کا۔ جو کہا جائے اسے سمجھنے کی کوشش کریں اور جو سمجھ آجائے اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

اہل خیر ہی سنتے ہیں:

اللہ رب العزت جسے چاہتا ہے اسے خیر کی بات سنوا دیتا ہے اور جس کو فائدہ نہیں پہنچانا ہوتا وہ سامنے بھی بیٹھا ہو تو نہیں سنتا۔ اسی لیے تو فرمایا:

وَلَوْ اَرَدَ اللّٰهُ خَيْرً الَّاَسْمَعَهُم ○ اگر اللہ ان کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا تو انہیں بات سنوا دیتا۔

نبی علیہ السّلام قرآن پڑھتے تھے اور کئی ایسے کافر بھی تھے جو اس کو جادو سمجھتے تھے۔ اس لیے ان پر قرآن کا اثر بھی نہیں ہوتا تھا۔ تو سننا، یہ بھی اللہ رب العزت کی ایک رحمت ہے۔ اس نیت سے سننا کہ ہم نے اس پر عمل کرنا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے: نبی علیہ السّلام نے بعض صحابہ کرام سے اس بات پر

بیعت لی کہ جو سنیں گے اس پر عمل کریں گے۔

اِسْمَعُوا وَاَطِيْعُوا ''تم جو سنو! اس پر عمل کرو۔''

اس کی اتباع کرو، اطاعت کرو۔ معلوم ہوا کہ اس کی تو بڑی اہمیت ہے۔ اسی لیے کہ جو سن کر اطاعت کرتے ہیں، ان کو پروردگار کی طرف سے پھر مغفرت ملتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

سَمِعنَا وَاطَعْنَا()

پرودگار! ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔''

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيكَ المَصِيْرُ()

تمہیں تو پروردگار کی طرف سے مغفرت نصیب ہوتی ہے، جو:

سنتے ہیں

عمل کرتے ہیں

رب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

ضمیر کی آواز:

میرے دوستو! جن کو سننے کی عادت پڑ جائے پھر وہ اپنے ضمیر کی آواز بھی سنتا ہے۔ آج وہ وقت آ چکا کہ ضمیر انسان کو پکارتا ہے، آواز دیتا ہے، چیختا ہے، اندر سے آواز آ رہی ہوتی ہے اور انسان اپنے ضمیر کی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ اس لیے کہ اس نے سننا سیکھا نہیں ہوتا۔ ہم تو اس بات کو بھی معمولی سمجھتے ہیں کہ جی! بس سن لیا۔ نہیں! یہ سننا مستقل ایک عمل ہے، اس کو سیکھنا پڑتا ہے اور یہی شیخ نے سکھانا ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آج سے پہلے آپ کے ذہن میں اس کی اتنی اہمیت نہ ہو کہ یہ سننا بھی ایک عمل ہے۔ اس خوبی

کو اپنے اندر پیدا کرنا پڑتا ہے کہ انسان اچھا سننے والا ہو۔اور جب انسان ظاہر کی لفظی نصیحت کی بات کو توجہ سے سنتا ہے تو پھر پروردگارِ عالم اس کو اندر کی آواز بھی سننے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔وگرنہ تو انسان بہرا ہوتا ہے،اپنے اندر کی آواز نہیں سن سکتا،دو چار نمازیں پڑھ لیں اور سمجھنے لگتا ہے کہ ہماری نیکی پر تو رب کا اجماع ہو گیا۔اور اسے یہ نہیں پتہ ہوتا کہ نہیں،ایک کا اختلاف ہے اور وہ کون؟ وہ میرا اپنا ضمیر ،اس کا مجھ سے اختلاف ہے۔لہٰذا اپنے اندر کی آواز کو بھی سننے کی کوشش کریں۔

چونکہ یہ اس اجتماع کی پہلی محفل ہے لہٰذا اس مجلس میں کچھ ہدایات دی جائیں گی۔وہ ہدایات کیا؟ چند اہم باتیں آپ کے گوش گزار کی جائیں گی کہ ان باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر آپ یہاں وقت گزار سکیں۔

مجاہدے کے بعد مشاہدہ:

انسانی جسم ہمیں مستعار ملا ہے،یہ ہمارے پاس امانت ہے،یہ ادھار کا مال ہے اور ادھار کے مال کے بارے میں یہ عام دستور ہے کہ انسان اسے اچھی طرح استعمال کرتا ہے،تھوڑے وقت میں اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ اس چیز کو کچھ وقت کے بعد اس کے مالک کو واپس لوٹانا ہوتا ہے۔مثال کے طور پر اگر آپ ہمسائیوں سے استری عاریتاً لیتے ہیں تو آپ کی کوشش ہوگی کہ میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کپڑے استری کرلوں،کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جلدی واپس لینے آجائیں۔

یہ جسم بھی ہمیں مستعار ملا ہے۔اپنی موت سے پہلے پہلے اس سے فائدہ اٹھا لیجیے۔مجاہدہ دین کے راستے میں مشاہدہ کا سبب بنتا ہے۔اگر یہاں رہتے ہوئے آپ کے جسم کو مشقّت ملے،آرام نہ ملے اور نیند پوری نہ ہو۔بیانات میں بیٹھنے میں تکلیف پہنچے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں،کیونکہ اس جسم نے بڑے لطف اٹھائے ہیں،اس نے بڑی لذتیں پائی ہیں۔ہمارا جسم بہت لطف اور مزے کے لمحات گزار

چکا۔اگر اللہ رب العزت کے لیے اس کو کچھ تکلیف بھی اٹھانی پڑے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔اللہ کے راستے میں نکل کر جو تکلیف بھی انسان کو پہنچتی ہے:

اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ وَهِيَ عَمَلٌ صَالِحٌ

اس پر اس کے لیے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ()

اللہ کی ایک ولیہ کی مجاہدے کی انتہا:

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اللہ کی ایک بندی تھیں،وہ دن رات عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔جب رات کا کافی حصہ گزر جاتا تو اس وقت وہ دعا کرتیں،اے اللہ! سورج ڈوب چکا رات آچکی،دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر دیے،اللہ! تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے،میں تیرے سامنے فریاد کرتی ہوں۔ساری رات جاگنے کی وجہ سے پھر اگر دن میں کبھی غنودگی آتی تو اٹھتیں اور دعا مانگتیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَيْنٍ لَا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ

’’اے اللہ! میں ایسی آنکھ سے تیری پناہ چاہتی ہوں جو نیند سے بھرتی ہی نہیں ہے۔‘‘

ساری رات جاگ کر جن آنکھوں میں سرخ ڈورے پڑے رہتے،میرے دوستو! اگر تھوڑی دیر بیٹھے بیٹھے بھی اگر ان کی آنکھیں بند ہوتی تھیں تو وہ اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔

پانچ چیزوں کی قدر:

اس لیے اگر جسم کو کچھ مشقّت پہنچے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔اس وقت کی قدر کیجیے۔یہ آپ کی زندگی کا بہت اہم وقت ہے۔نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا:

پانچ چیزیں غنیمت ہیں، انکی قدر کرو۔

☆ زندگی کی قدر کرو موت سے پہلے

☆ جوانی کی قدر کرو بڑھاپے سے پہلے

☆ فراغت کی قدر کرو مصروفیت سے پہلے

☆ مال کی قدر کرو غربت سے پہلے

☆ صحت کی قدر کرو بیماری سے پہلے

یہ پانچ نعمتیں ہیں۔ جب ان میں سے ہر ایک چیز غنیمت ہے تو پھر ہم سوچیں کہ رب نے:

زندگی بھی دی

جوانی بھی دی

فرصت بھی دی

مال بھی دیا

صحت بھی دی

سوچیے! جس بندے کے پاس ایک وقت میں یہ پانچوں نعمتیں موجود ہوں، وہ اپنی زندگی کا کتنا قیمتی وقت گزار رہا ہوگا!! اس وقت ہم اپنی زندگی کا Prime Time قیمتی ترین اور بہترین وقت گزار رہے ہیں۔ میرے دوستو! اس وقت کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ ایسا ہے کہ:

اَلْوَقْتُ مِنْ ذَهَبٍ وَّ فِضَّةٍ یہ وقت سونے اور چاندی کی ڈلیوں کی مانند ہے۔

اس کی قدر کیجیے۔ یہ ہیرے اور جواہرات ہیں جو پروردگار نے ہمیں عطا کر دیے۔ ہمارے دامن سے ہر

لمحے ایک ہیرا یا موتی کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ دولت گھٹتی جا رہی ہے۔

ہو رہی ہے زندگی مثل برف کم:

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ مجھے ایک برف والے نے نصیحت کر دی۔ حالانکہ وہ بڑے عالم تھے۔ شاگردوں نے عرض کی کہ حضرت! آپ اتنے بڑے عالم ہیں اور ایک برف بیچنے والے نے آپ کو نصیحت کی؟ فرمایا: ہاں! وہ ایسے کہ ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور اچانک بادل آ گئے۔ موسم میں خنکی آ گئی۔ میں بازار سے گزر رہا تھا اور میں نے ایک برف والے کو دیکھا کہ اس کی برف پڑی ہے اور پگھل رہی ہے لیکن خریدنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ حسرت سے آنے جانے والوں کو دیکھتا ہے کہ کوئی خریدنے والا ہو۔ پھر کبھی برف کو دیکھتا ہے کہ پگھل کر تھوڑی ہوتی جا رہی ہے۔ اس پریشانی کے عالم میں اس شخص نے کھڑے ہو کر آواز لگائی: لوگو! رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ پگھل رہا ہے! وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اس شخص کی درد بھری صدا سن کر میرے دل پر چوٹ لگی کہ اگر اس کی چند روپوں کی برف پگھل رہی ہے تو اس کو اتنا احساس ہے، میری زندگی کا لمحہ لمحہ برف کے قطروں کی مانند پگھلتا جا رہا ہے، مجھے بھی تو اس کا احساس کرنا چاہیے۔

ہو رہی ہے زندگی مثل برف کم رفتہ رفتہ ، چپکے چپکے ، دم بدم

وقت کے سچے قدر دان:

زندگی کے ان قیمتی اوقات کی قدر کرنی چاہیے۔ ہمارے بعض مشائخ نے وقت کی اتنی قدر کی کہ ممشاد دینوریؒ نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ خشک ستّو پھانک رہے ہیں۔ پوچھا: حضرت! پانی میں ملا کر کیوں نہیں پی لیتے؟ فرمایا کہ میں نے حساب لگایا کہ پانی میں ملا کر پینے میں اور خشک کھانے میں اتنا فرق ہے کہ اگر میں خشک کھاؤں تو وقت کم لگتا ہے اور اتنا وقت بچ جاتا ہے کہ میں اس وقت میں ستر مرتبہ سبحان اللہ پڑھ

سکتا ہوں۔اس لیے گزشتہ بیس سال سے میرا یہ معمول ہے کہ میں خشک ستو کھو کر گزارا کر لیتا ہوں اور باقی وقت میں ستر مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔ان حضرات نے اس قدر اپنے وقت کا خیال کیا۔

جنت میں بھی ایک حسرت:

عام طور پر خوشی کے عالم میں تو انسان کو کوئی غم یاد نہیں رہتا۔جب جنت میں جائیں گے تو اس سے زیادہ کوئی خوشی کا وقت نہیں ہوسکتا۔مگر حدیث پاک میں آیا ہے:

لَا يَتَفَكَّرُ اَهْلَ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَّرَّتْ بِهٖ لَمْ يَذْ كُرُ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهَا اہل جنت کو اپنی زندگی کے ان لمحات پر حسرت ہوگی جو انہوں نے دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزارے ہوں گے۔

اگر جنت میں جا کر بھی یہ احساس رہے گا کہ ہم نے زندگی کے چند لمحات ضائع کر دیے تو کیوں نہ! ہم دنیا میں ہی زندگی کے اوقات کو اللہ کے ذکر سے معطّر کر لیں!

وقت کی قدر دانی کا عجیب واقعہ:

زندگی کے اوقات کی قدر کیجیے، یہ وقت پھر نہیں ملے گا۔ابنِ تیمیہؒ ایک مرتبہ قید ہوئے۔بادشاہِ وقت نے اپنی مرضی کا فتویٰ مانگا،انہوں نے دیا نہیں تو ان کو جیل بھیج دیا۔بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک نوجوان دربار میں آیا اور وہ زار و قطار رو رہا تھا۔سب لوگ اس کی جوانی،اس کی خوبصورتی اور اس کے چہرے کا نور اور فراست دیکھ کر متاثر ہوئے مگر جس درد سے وہ زار و قطار وہ رو رہا تھا یہ اس سے بھی عجیب تر بات تھی۔لہٰذا لوگ حیران ہو کر بادشاہ کی طرف دیکھنے لگے کہ آپ اس نوجوان کی جو بھی فریاد ہے اس کو ضرور پورا کریں۔بادشاہ نے پوچھا: اے نوجوان! آپ کس لیے آئے ہو؟ تو وہ نوجوان

روکر کہنے لگا: میں ایک فریاد لے کر آیا ہوں اور میں امید بھی رکھتا ہوں کہ میری اس فریاد کو ضرور پورا کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر بادشاہ کا دل پسیج گیا، اس نے کہا کہ تم جو کچھ کہو گے، تمہاری بات کو پورا کیا جائے گا۔اس نوجوان نے کہا: بادشاہ سلامت! مجھے جیل بھیج دیا جائے۔ بادشاہ حیران ہو گیا کہ لوگ تو جیل سے نکلنے کی فریاد لے کر آتے ہیں اور یہ جیل میں جانے کی فریاد لے کر آیا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا: تم یہ فریاد کیوں لے کر آئے ہو؟ وہ نوجوان کہنے لگا کہ جس استاد سے میں سبق پڑھتا تھا، آپ نے ان کو قید کر دیا ہے۔اب میرا سبق قضا ہو رہا ہے اور زندگی کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔آپ مجھ پر احسان فرمائیے، مجھے بھی قید میں ڈال دیں تا کہ میں اپنے استاد صاحب سے سبق تو پڑھ لیا کروں۔

جو لوگ زندگی کے اوقات کی قدر جانتے تھے وہ پھر اس طرح اپنے لمحات کی حفاظت کیا کرتے تھے۔انہیں آزادی کی بجائے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا بھی آسان لگتا تھا۔

وقت کی قدر دانی ہو تو ایسی:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کئی مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے ہوتے تھے اور امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ جو ان کے شاگرد تھے، وہ ساتھ ساتھ پیدل چلتے اور اس وقت میں وہ ان سے سبق پڑھا کرتے تھے۔استاد سواری پر جا رہے ہیں کہ وقت کم ہے کیونکہ کہیں پہنچنا ہے اور شاگرد اس پیدل چلنے والے راستے میں بھی اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے تھے بلکہ علم حاصل کرتے تھے۔

امام رازیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

”مجھے اس وقت پر افسوس ہے جو کھانے پینے پر لگ جاتا ہے اور میں اس وقت علمی کام سے رک جاتا ہوں“۔

ہمارے مشائخ اور علماء کو اپنے کھانے پینے کا اوقات پر بھی افسوس ہوتا تھا کہ وہ وقت علم کے بغیر کیوں گزر

جاتا ہے!!!

موت سے پہلے اپنا محاسبہ کر لیجیے:

میرے دوستو! جو وقت آپ یہاں لے کر آئے یہ غنیمت ہے۔ آپ اس کے ایک ایک لمحے کی قدر کیجیے۔ اب یہ وقت آپ کا نہیں بلکہ یہ آپ اللہ کے لیے وقف کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس وقت کو اللہ رب العزت کے لیے گزارئیے۔ آپ کو جو بھی وقت یہاں پر گزرے وہ اپنے محاسبے میں گزرے۔

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا تم اپنا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

اور محاسبہ کیا ہوتا ہے؟ وہ یہ کہ اپنی برائیوں پر نظر ہو اور دوسروں کی اچھائیوں پر نظر ہو۔ اپنے آپ کو معاف نہ کریں۔ کوئی بھی چھوٹی سے چھوٹی غلطی ہو فوراً استغفار کریں۔ اس کو چھوٹا نہ سمجھیں۔ جبکہ آج یہ حالت ہے کہ انسان دوسروں کے گناہوں کا گمان ہونے پر ان سے نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی برائیوں کو یقین ہوتا ہے مگر پھر بھی اپنے نفس سے محبّت کرتا ہے۔ تو محاسبہ یہ ہے کہ اپنے اعمال پر نظر ڈالو اور اپنے آپ کو ضمیر کی عدالت میں کھڑا کرو۔ دنیا میں ضمیر کی عدالت سے بڑی کوئی عدالت نہیں ہے۔ اپنے بارے میں اگر پوچھنا ہو تو دل سے پوچھیے، دل وہ گواہ ہے جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا۔ ہمیشہ سچی گواہی دیتا ہے۔ تو محاسبہ کیجیے۔ اپنے آپ کو دیکھیے کہ میرا اصلی چہرہ کیا ہے؟ میری حقیقت کیا ہے؟ میں پروردگار کے سامنے کس چہرے کے ساتھ کھڑا ہوں گا؟ تو ہم نے ان ایام میں اپنا محاسبہ کرنا ہے۔

دوسروں کو معاف کرنا سیکھئے:

دوسروں کی کوتاہیوں سے درگزر کر لیجیے۔ ہمارے مشائخ کا یہی دستور رہا۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کر رہے تھے اور آپ نے حلق کروایا ہوا تھا، سر کے بال منڈوائے ہوئے

تھے۔ کچھ نوجوان بھی اس کشتی میں سوار ہو گئے۔ ان کو کیا سوجھی! کہ انہوں نے آپؒ سے کچھ ہنسی مذاق کی باتیں شروع کر دیں، ایک نوجوان اٹھا اور اس نے آپ کے سر پر ڈھول لگائی مگر آپ خاموش بیٹھے رہے۔ باری باری سب نے اس طرح کی بدتمیزی کی حتی کہ تماشہ بن گیا۔انہوں نے آپ کو بہت پریشان کیا مگر آپ نے برداشت کیا۔اسقدر پریشان کیا کہ سارے کشتی والے ہنس رہے ہیں اور لڑکے آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔اتنی جگ ہنسائی کے بعد آپ کی اس پر عجیب سی کیفیت ہوئی، تکلیف پہنچی ،آپ کو دکھ اور ایذا پہنچی۔اس پر رب کریم کی طرف سے آپ کے دل پر یہ الہام ہوا کہ: اے میرے پیارے! انہوں نے آپ کی توہین کی ہے، بے ادبی کی ہے، ہماری غیرت کو یہ گوارا نہیں۔اگر آپ چاہیں تو یہ کشتی الٹ دی جائے اور ان سب کو غرق کر دیا جائے۔''

حضرتؒ نے اللہ تعالیٰ سے اسی وقت دعا کی کہ:

''اے اللہ! اگر آپ نے الٹنا ہی ہے تو ان کے دل کی کشتی کو الٹ دیجیے اور ان کو ہدایت عطا فرما دیجیے!''

حضرت نے جب ان کے لیے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بدل دیا اور ہدایت دے دی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ان سب نوجوانوں کو اپنے اپنے وقت پر اس حال میں موت آئی کہ سب اللہ کے ولی بن چکے تھے۔اس لیے ہم نے دوسروں کی غلطی کوتاہیوں کو معاف کرنا سیکھنا ہے۔اللہ کا مقرب بندہ بننے کے لیے یہ صفت اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے۔

نفس و شیطان کی شرارتوں کو سمجھیے!

شیطان جو کہ ہمارا ازلی دشمن ہے، اس کی پہلی کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ آپ کو کسی خیر کی مجلس میں جانے ہی نہ دے اور اگر چلے گئے تو اس کی اگلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کو ادھر ادھر کی فضولیات میں مشغول کر دیا جائے تاکہ اللہ والوں کی صحبت کم سے کم اختیار کریں اور ان کا کم سے کم فائدہ ہو۔

میرے دوستو! یہ نفس کی شرارتیں ہوتی ہیں تا کہ وہ ان لمحات میں انسان کے دل کو غافل کر دے۔اللہ رب العزت کی رحمت کے وعدے پکے ہیں،لیکن اللہ رب العزت قہار بھی ہیں،عزیز بھی ہیں،قادر بھی ہیں۔میرے دوستو!اگراس نے ناپ تول کر لی تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟اسی لیے فرمایا:

مَنْ نُوْ قِشَ فِي الْحِسَابِ فَقَدْ عُذِّبَ قیامت کے دن اگر کسی کے حساب کو کھول دیا گیا،بس پھر اس کی کم بختی آجائے گی۔

مشاہدۂ نفس؟

اس لیے اپنی اصلاح ابھی کر لیں تا کہ پروردگارِ عالم کی طرف سے رحمت کا معاملہ ہو۔ جو وقت آپ کا یہاں گزرے کوشش کریں کہ باوضو رہیں۔

☆ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کیجیے۔

☆ جب مسجد میں آئیں تو اعتکاف کی نیت کر لیجیے۔

☆ دل سے اللہ رب العزت کی طرف متوجہ رہیے۔

☆ دورانِ اجتماع معصیت کو ترک کرنے کی مشق کریں گناہوں کے بغیر شب و روز گزارنا سیکھیے۔ مثلاً:

☆ آنکھ غلط نہ دیکھے۔

☆ کان غلط نہ سنیں۔

☆ زبان سے غلط بات نہ نکلے۔

☆ دل و دماغ میں غلط خیال نہ آئیں۔

ان تین دنوں میں آپ اس کی کوشش کیجیے۔

میرے دوستو! زندگی میں کوئی ایک دن تو ایسا گزرے کہ جس میں ہم اپنے پروردگار کی نافرمانی نہ کریں۔ گناہ کو اس نظر سے نہ دیکھیں کہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے زیادہ گناہوں کو صغیرہ فرمایا ہے۔ ابن قیمؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے دوست! یہ نہ دیکھ کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے۔''

حدیث پاک میں آیا ہے:

''جو دن آپ گناہوں کے بغیر گزاریں ایسے ہی ہے کہ جیسے وہ دن میری صحبت میں گزارا۔''

اگر چاہیں تو نبی علیہ السّلام کی صحبت میں اور معیت میں وقت گزاریں، تو گناہوں کے بغیر دن گزارنا سیکھیں۔ یہ تین دن تو ہم فارغ کر چکے۔ اب ان تین دنوں میں ہم پوری کوشش کریں کہ ہمارے اس چھ فٹ کے جسم سے کوئی بھی گناہ سرزد نہ ہو۔ نفس کیا کہے گا؟ کہ جی! آپ گناہوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ مگر ہم کوشش تو کر سکتے ہیں نا!

انجام اس کے ہاتھ میں ، آغاز کر کے دیکھ ہوئے پروں سے پرواز کر کے تو دیکھ

حصولِ مغفرت کا بہانہ:

نیت تو کیجیے! پھر دیکھیے! اللہ کی رحمت کیسے ہاتھ پکڑتی ہے۔ کم از کم قیامت کے دن یہ تو کہہ سکیں گے کہ ربِّ کریم! ہم نے کسی وقت ایک مجلس میں مسجد میں بیٹھ کر سچے دل سے توبہ کی تھی۔ ربِّ کریم! اپنے آپ کو آپ کے حوالے کر دیا۔ اے اللہ! ہم گناہ نہیں کریں گے۔ اب آپ ہم پر رحم فرمائیے اور ہمیں گناہوں کی دلدل سے بچا لیجیے۔

قبولیتِ دعا کا ماحول:

ایسے اجتماعات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔قبولیت دعا کے لیے:

☆ کچھ اوقات ہوتے ہیں

☆ کچھ مقامات ہوتے ہیں

☆ کچھ شخصیات ہوتی ہیں

اس وقت یہ تینوں نعمتیں یہاں موجود ہیں۔آپ لوگ یہاں اللہ رب العزت کی نسبت سے اکٹھّے ہوئے ہیں۔یہاں جو دعائیں مانگیں گے ان شاء اللہ قبول ہوں گی۔آپ کی جو بھی پریشانیاں ہوں، تنہائی کے وقت میں، انفرادی معمولات کے وقت میں نفل پڑھیے اور اللہ سے دعائیں مانگیے۔تہجّد کے وقت میں اللہ سے مانگیے۔جو دکھڑے مخلوق کے سامنے بیان کرتے ہیں، جو اپنی پریشانیاں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، میرے دوستو! ہم کیوں نہ اپنے پروردگار کے سامنے بیان کریں!! ہم اس ذات کے سامنے اپنے دکھ کھولیں جو ذات سب کی پریشانیاں دور کرنے والی ہے۔اے میرے دوستو!

☆ جب سب امیدیں ختم ہو جاتی ہیں تو وہ ذات جو امیدوں کی آخری کرن ہوتی ہے، ہم کیوں نہ اس ذات کی طرف متوجہ ہوں!!

☆ جب سب سہارے ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ ذات اس وقت بھی دکھی لوگوں کا سہارا ہوتی ہے۔ہم کیوں نہ اپنی فریادیں اس کے سامنے پیش کریں!!

لہٰذا قبولیت کے ان دنوں میں آپ فائدہ اٹھا لیجیے۔انفرادی دعاؤں میں اپنے اعمال کی قبولیت کی دعائیں کیجیے۔

اللہ کو اپنا بنا لو!

ایک بات ذہن میں رکھیے! سنیے اور دل کے کانوں سے سنیے! ''شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات'' جو آدمی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنے کی کوشش کرے گا، رب کریم کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس کو قیامت کے دن اپنے دشمنوں کی صف میں کھڑا کرے۔

جب آپ یہ نیت لے کر آئے ہیں تو میرے دوستو! یہ تین دن ہمارے اور آپ کی مغفرت کا سبب بن جائیں گے۔ اللہ رب العزت ہم پر کرم فرما دیں گے۔

فکرِ دنیا کر کے دیکھی ،فکرِ عقبیٰ کر کے دیکھ
چھوڑ کر اب ذکر سارے، ذکر مولیٰ کر کے دیکھ
کون کس کے کام آیا؟ کون کس کا ہے بنا؟
سب کو اپنا کر کے دیکھا، رب کو اپنا کر کے دیکھ

اللہ رب العزت ان تین دنوں میں آپ حضرات کے اعمال کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ دعا ہے کہ رب کریم ہم سب کی ان کوششوں کو قبول فرمائے اور اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرمالے۔

(آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ